Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 3, Issue 3
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

ڈاکٹر تنویر الرحمن

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، جامعہ چکوال

ڈاکٹر فرید حسینی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جامعہ چکوال

اقبال کے کلام پر انگریز شعراء کے اثرات

Dr. Tanveer Rahman
Assistant ProfessorDepartment of Urdu, University of Chakwal
Dr. Fareed Hussaini,
Assistant Professor, Department of Urdu, University of Chakwal

Influence of English Poet's On Iqbal's poetry

Allama Iqbal is a great artist of the east. He established himself as prominent poet across the world. His uniqueness, amongst the Urdu and Persian poets, is his vast study. Allama got various ideas and thoughts along with artistic sense from every important literary figure. At Iqbal's time English Language was one of the main source of acquiring modern know ledges. Allama strengthen his thoughts and artistic technique by English poets too. In this article efforts have been made to point out the impact of British poets on Iqbal poetry.

KEY WORDS: Iqbal, British, Shelley, Wordsworth, Milton, Paradise Lost

سلیم احمد نے لکھا ہے کہ اقبال نے اپنے ایک شعر میں مشرق و مغرب کے فرق میں ایک بنیادی بات کہی ہے۔"مشرق سکون پرست ہے جبکہ مغرب حرکت و تغیّر کا قائل ہے۔(1)،اقبال حرکت کو حیات اور جمود کو موت تصّور کرتے ہیں، اسی لیے تحرک کا پیغام جہاں سے بھی ملا علامہ اقبال نے اس کی تحسین کی۔یوں بھی اکتسابِ علم کے سلسلے میں وہ وسیع

المشرب تھے۔ دانش کے جواہر جدھر سے ملے انھوں نے چن لیے۔ یہ بات توروزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ پروفیسر ٹامس آرنلڈ کی بروقت رہنمائی نے اقبال کو مغربی مخزنِ علوم کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دلائی۔ "نالۂ فراق" میں لکھتے ہیں۔

تو کہاں اے کلیمِ ذروۂ سینائے علم — تھی تری موج نفس بادِ نشاط افزائے علم
اب کہاں وہ شوقِ رہ پیمائی صحرائے علم — ترے دم سے تھا ہمارے سر میں بھی سودائے علم

اسی نظم میں وہ یورپی حکمت سے استفادے کا نعرہ بھی لگاتے ہیں:

کھول دے گا دشت وحشت عقدۂ تقدیر کو — توڑ کر پہنچوں گا میں پنجاب کی زنجیز کو(2)

سفر یورپ کا آغاز اقبال نے لاہور سے کیا اور پہلی منزل دلّی کو بنایا۔ نظام الدین اولیاء کے مزار پر حاضری دی اور "التجائے مسافر" کی صورت مافی الضمیر بیان کیا۔ اپنے سفر کی غایت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے — شراب علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو

وہ ڈگری کے حصول یا اعلیٰ ملازمت کی غرض سے نہیں دولتِ علم تلاش کرنے کی آرزو لے کر گئے۔ قیامِ یورپ کے دوران نہ صرف اساتذہ (جن میں ڈاکٹر میک ٹیگرٹ، پروفیسر براؤن، پروفیسر سارلی اور پروفیسر نکلسن شامل تھے) سے براہِ راست فیض یاب ہوئے بلکہ کتب خانوں کے وسیع ذخائر سے بھی مستفید ہوئے۔ انھوں نے جہاں سے بھی کسبِ فیض کیا اس کا برملا اعتراف بھی لازم جانا۔ شاعری کے حوالے سے مشرق و مغرب کے تقریباً سب اہم فنکاروں کا نہ صرف مطالعہ کیا ان کی شاعرانہ عظمت کو سراہا بلکہ ان کے رنگ میں اشعار بھی کہے۔ اردو، فارسی اور عربی میں تو تضمین کی کئی عمدہ مثالیں موجود ہے۔ مگر یورپی زبانوں کے ضمن میں یہ مشکل تھا چنانچہ علامہ نے نام لے کر آزاد ترجمے کا حق کر دیا ہے۔ شاعری ترک کرنے کا ارادہ اور پھر آرنلڈ کے مشورے سے ترکِ ارادہ والی بات تو معروف ہے۔ اقبال نے خود یہ اعتراف بھی کر رکھا ہے کہ میں خدا اور مذہب سے انکاری ہو جاتا ایسے میں ورڈزورتھ کی شاعری نے میری رہنمائی کی۔ یہ اعتراف اقبال جیسا روشن خیال شخص ہی کر سکتا تھا۔ جن انگریز شعراء کی نظموں کو اقبال نے اردو شاعری کے قالب میں ڈھالا ان میں ولیم کوپر، ٹینی سن، ایمرسن زیادہ معروف ہیں۔ ان شعراء کے ہاں فطرت، خدا، وقت، ابدیت، محبت، امن، انسان دوستی، روحانیت وغیرہ پر خوبصورت اظہار خیال کیا گیا ہے۔

رالف والڈو ایمرسن انیسویں صدی کا شاعر ہے اس کی ایک نظم کا عنوان ہے "Farewell O world's congregation! Good-bye, Proud world! I'm going home: Thou art not my friend, and I'm not thine," اس میں دنیا کو خیر باد کہا گیا ہے۔ علامّہ نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے۔

رخصت اے بزم جہاں! سوئے وطن جاتا ہوں میں　　آہ! اس آباد ویرانے میں گھبراتا ہوں میں
بسکہ میں افسردہ دل ہوں درخورِ محفل نہیں　　تو مرے قابل نہیں میں ترے قابل نہیں

(بانگِ درا)

ایمرسن کی پہلی شریکِ حیات شادی کے ابتدائی سالوں میں اس دنیا سے رخصت ہوئی تو اس یگانۂ روزگار نے اپنی نصف بہتر کو عجیب انداز میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ ایک نظم تخلیق کی "The Mountain and the squirrel" بظاہر یہ بچوں کے لیے ہے مگر اس میں ایک ابدی حقیقت پیش کی گئی ہے کہ اس جہان میں ہر شخص کی اپنی اہمیت اور کردار ہے جو اسے دوسروں سے منفرد بناتا ہے:

The Mountain and the squirrel
Had a quarrel,
And the former called the latter
"Little Prig".......neither can you crack a nut.

اقبال نے اس نظم کو خوبصورت اردو چولا یوں پہنایا۔

کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا ایک گلہری سے　　تجھے ہو شرم تو پانی میں جا کے ڈوب مرے
جو تو بڑا ہے تو مجھ سا ہُنر دکھا مجھ کو　　یہ چھالیا ہی ذرا توڑ کر دکھا مجھ کو

(بانگِ درا)

ولیم کوپر اٹھارویں صدی کا انگریزی زبان کا شاعر ہے کے حوالے سے شاعرِ مشرق نے خود استفادہ کرنے کا اعتراف کیا ہے۔ "The Nightangale and the Glowworm" سے اقبال متاثر ہوئے اور اس کو دو عنوانوں "ہمدردی" اور "ایک پرندہ اور جگنو" کے نام سے تخلیق کیا۔ کوپر نے لکھا:

A Nightangale, that all day long
Had cheered the village with his song,

Nor yet at eve his note suspended,

Nor yet when even tide was ended,

اقبال نے "پرندہ اور جگنو" میں کوپر کے مضمون کو نظم کیا جس میں روشنی اور آواز کی عطیۂ خداوندی قرار دے کر فطرت کے حسن کو اجاگر کیا گیا ہے۔ ہمدردی میں اقبال نے مضمون بدلا ہے اگر وہ چاہتے تھے تو اس کو اخذ شدہ نہ بتاتے مگر یہ ان کی فنکارانہ دیانتداری کا ثبوت ہے کہ انھوں نے جس کے خیال سے بھی خوشہ چینی کی اس کا برملا اعتراف کیا۔

ے ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا بلبل تھا کوئی اداس بیٹھا

کہتا تھا کہ رات سر پر آئی اڑنے چگنے میں دن گزارا

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے آتے ہیں جو کام دوسروں کے

اگر یہ کہا جائے کہ اقبال کہ شاعری میں عشق کو سب سے زیادہ برتا گیا ہے تو یہ دعویٰ بے جانہ ہو گا۔ سلیم احمد نے موت کو بھی اقبال کا مرکزی مسئلہ قرار دیا ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے جو ان کے وجود کو اس زلزلے سے دوچار کرتا ہے جس سے ان کا پورا وجود متحرک ہو جاتا ہے۔(3)۔

ٹینی سن سے اقبال نے مندرجہ بالا مضامین کی بابت رجوع کیا اور ان سے استفاد کرتے ہوئے نظم لکھی جس کا نام ہے "عشق اور موت"

ے سُہانی نمودِ جہاں کی گھڑی تھی تبسم فشاں زندگی کی کلی تھی

کہیں مہر کو تاجِ زر مل رہا تھا عطا چاند کو چاندنی ہو رہی تھی

ٹینی سن کی نظم Love and Death کی ابتدائی لائینیں ملاحظہ ہوں۔

The hour of the Universe' appearance

Was charming

The flower bud of life was showering

Smiles

Here the golden crown , the sun was

Getting

There the moon its moon −Light was

Getting

اقبال کی اردو اور انگریزی دونوں زبانوں پر گرفت تھی اسی لیے انھوں نے کمال مہارت سے ترجمے میں تخلیقی شان پیدا کر دی۔ اسی نظم کی دو سطور بمعہ علامّہ کے ترجمے ملاحظہ ہوں:

When Love heard this from the deaths' Lips سنی عشق نے گفتگو جب قضا کی

Laughter started appearing from its Lips ہنسی اس کے لب پر ہوئی آشکارا

ولیم کوپر کی نظم "A Mother's Dream" میں انسانی فطرت کے اہم پہلو ماں کی ماتا کو موضوع بنایا گیا ہے۔ بچے کے فراق میں غم زدہ ماں مضطرب ہے۔ اس کی تسلی و تشفی کے لیے شاعر نے لطیف پیرائے اظہار اپنایا ہے۔ مثنوی کی ہیئت میں علامّہ اقبال نے اس نظم کا عمدہ ترجمہ یوں کیا ہے۔

میں سوئی جو اک شب تو دیکھا یہ خواب بڑھا اور جس سے مرا اضطراب

یہ دیکھا کی میں جا رہی ہوں کہیں اندھیرا ہے اور راہ ملتی نہیں

سمجھتی ہے تو ہو گیا کیا اسے ترے آنسوؤں نے بجھایا اسے

شیلے انگریزی رومانوی شاعری کا اہم نام ہے اس نے موت کے بارے جن خیالات کا اظہار اپنی شاعری میں کیا ہے وہ یقیناً ایک فلسفے کا بیان ہے مثلاً

Death is here and death is there

Death is busy everywhere,

All around, within, beneath,

Above is death and we are death

اقبال نے موت کے اٹل ہونے کو کئی مقامات پر بیان کیا ہے ایک مثال پیش ہے جو مندرجہ بالا لائنوں کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے:

کلبۂ افلاس میں دولت کے کاشانے میں موت دشت و در میں، شہر میں گلشن میں ویرانے میں موت

موت ہے ہنگامہ آرا قلزمِ خاموش میں ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں

(والدہ مرحومہ کی یاد میں)

اقبال نے کیمبرج یونیورسٹی کے زمانہ طالب علمی میں "زمانے کی حقیقت" پر ایک مقالہ لکھا اور اپنے استاد ڈاکٹر میکٹیگرٹ کو دکھایا انھوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو اقبال نے تلف کر دیا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد فرانسیسی فلسفی برگساں نے کم و بیش وہی نظریہ پیش کیا جس کا بڑا غلغلہ ہوا تو میکٹیگرٹ نے اقبال سے معذرت کی اور کہا میں نے اپنا حقِ استادی ادا نہیں کیا۔ اس کے باوجود علامّہ اپنے استاد کا احترام کرتے، ان کی قدرو منزلت اور مقام کو بلند کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ سید نذیر نیازی راقمطراز ہیں ایک بار میکٹیگرٹ کی دھریت زیرِ بحث آئی تو علامہ نے فرمایا: "اس (میکٹیگرٹ) نے ہستی باری تعالٰی سے انکار کیا تو اس لیے کہ اسے مسیحیت کا شخصی خدا پسند تھا نہ فلسفہ کا واجب الوجود۔ وہ دونوں سے بیزار تھا"(4)۔

علامّہ اقبال کا ایک بہت معروف و مقبول شعر ہے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔

انگریزی زبان کے ایک شاعر گزرے ہیں چارلس چرچل۔ ان کی نظم "The Ghost" کی مندرجہ ذیل دولائنوں کا ہو بہو ترجمہ معلوم ہوتا ہے:

"or if, once in a thousand years,

A perfect character appears,"

میتھیو آرنلڈ کا زمانہ اقبال سے چند سال قبل کا ہے۔ اس کی ایک نظم کی چند سطور اس طرح ہیں۔

"And heart profoundly stirred;

And weep, and feel the fullness of the Past,

The years that are no more!" (5)

علامّہ نے اسی خیال کو یوں شعری قالب میں ڈھالا ہے۔

ے سامان آنکھوں میں جب بھر جاتا ہے فصلِ بہاری کا گلوں کو یاد کر کے خوب روتا ہوں گلشن میں

اقبال کی پیدائش سے تقریباً 5 دہائیاں قبل ایک نظم لکھی گئی جس کا نام تھا "The Spider and the Fly" اور اس کی خالق کا نام ہے میری ہووٹ (Mary Howit)۔ اس میں خوشامد کو برائی کی شکل میں دکھایا گیا ہے۔ اس کی پہلی لائن ہے Will you walk into my Parlour? مکڑا مکھی کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے ترکیب لڑاتا ہے۔ اقبال نے اس کو اردو روپ دیا تو نہ صرف عنوان وہی رکھا بلکہ قوسین میں ماخوذ لکھ کر حقیقی تخلیق کار کی عظمت کا اعتراف بھی کیا:

ے	ایک دن کسی مکھی سے یہ کہنے لگا مکڑا	اس راہ سے ہوتا ہے گزر روز تمھارا
لیکن مری کٹیا کی نہ جاگی کبھی قسمت	بھولے سے کبھی تم نے یہاں پاؤں نہ رکھا

ورڈزورتھ کی فطرت سے وابستگی ان کا ہی خاصا ہے۔اس کی ایک طویل نظم ہے جس کو آٹوبائیوگرافیکل نظم بھی کہا جاتا ہے "The Prelude" اس کے ابتدائیہ میں وہ اپنے بچپن کے دنوں کو یاد کر کے اس زمانے کے محسوسات بیان کرتے ہیں:

Wisdom and Spirit of the universe!
The soul that art the eternity of thought!
That give's to forms and images a breath
And everlasting motion! Not in vain,
By day or star light thus form my first dawn
Of childhood didst thou intertwine for me
The Passion that build up our human soul,……..

علامّہ اقبال نے "عہدِ طفلی" نامی نظم میں جس کے بارہ مصرعے ہیں میں انہی خیالات کا اظہار کیا ہے:

ے	"تھے دیارِ نو میں زمین و آسمان میرے لیے	وسعتِ آغوشِ مادر اِک جہاں میرے لیے
تھی ہر اک جُنبش نشانِ لطف جاں میرے لیے	حرفِ مطلب تھی خود میری زبان میرے لیے

ورڈزورتھ کی "Tintern Abbey" بھی بچپن کے زمانے کی بازیافت ہے۔اس نظم میں پیش کیے گئے بچے کے جذبات اور اقبال کی طفولیت کی یادوں میں گہری مماثلت ہے۔انگریزی ادب کی عمارت کا ایک اہم ستون شیکسپیئر ہے۔پوری دنیا میں انگریز جہاں بھی گیا شیکسپیئر کے ڈرامے اس کے ہمراہ تھے۔انیسویں صدی کے نصف آخر میں ہندوستان کی تھیٹر کمپنیوں کا بڑا شہرہ تھا۔ان میں نہ صرف مقامی ڈرامہ نویسوں کے ڈرامے دکھائے جاتے تھے بلکہ شیکسپیئر کے معروف ڈرامے بھی سٹیج ہوتے تھے۔اقبال نے یوں تو سینما کی مذّمت میں اشعار بھی کہے مگر یہ ناممکن تھا کو وہ ڈراما کی بطور ادبی صنف سے منکر ہوتے۔انگریزی ادب کے مطالعے اور لندن میں قیام کے دوران یقیناً وہ عظیم ڈرامہ نویس کے فن سے مستفید ہوئے ہونگے۔اقبال نے شیکسپیئر کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اس کے نام پر ایک نظم تخلیق کی جو "بانگِ درا میں شامل ہے۔شاعرِ مشرق کے کلام میں جو ڈرامائی عناصر اور مکالمہ نویسی نظر آتی ہے اس سے گمان گزرتا ہے کہ وہ ڈراما کی فنی باریکیوں کے گہرے شاہد تھے۔انگریز فنکار کو یوں سراہتے ہیں:

ے حسن آئینہ حق اور دل آئینہ حسن　　　دل انساں کو ترا حسن کلام آئینہ

ے حفظِ اسرار فطرت کو ہے سودا ایسا　　　رازداں پھر نہ کرے گی کوئی پیدا ایسا

(بانگِ درا)

پیامِ مشرق اقبال نے گوئٹے کے "دیوانِ مغرب" کے جواب میں لکھی۔ اس کتاب میں یورپین حکماء فلاسفر اور شعراء کو بھی خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ شاعرِ مشرق نے کھلے دل سے ان کے فنی کمالات کی پذیرائی کی ہے۔ ان میں انگریز شاعر بائرن، براؤننگ اور فلسفی لاک بھی شامل ہیں۔ اول الذکر کی شاعرانہ خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے علامّہ کہتے ہیں کو وہ پیغام سوز رکھنے والا شاعر تھا۔ اس کا کلام فصیح و بلیغ تھا۔ بائرن غالب کی طرح خضر کے احسانات اٹھانے سے انکاری تھا۔ لاک کے فلسفۂ کل اور جزو کو اقبال نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔ اور اپنی شاعری میں اسکو بظاہر فطرت کے بیان میں برتا بھی ہے رابرٹ براؤننگ (1812-1889) وکٹورین عہد کا نمائندہ شاعر ہے۔ اس نے اپنی منظومات میں خدا، روح اور ابدیت کو مرکزی نقاط بنایا ہے اور محبت کو تمام اچھائیوں کی جڑ قرار دیا۔ اقبال کے ہاں براؤننگ کا اثر جابجا دکھائی دیتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں "Immortality is not a gift, Man is candidate for it" (6)۔

براؤننگ نے سارڈیلو (Sardello) میں شاعری کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کو شاعر محبت کے پجاری ہوتے ہیں۔ ان میں کچھ شعراء کا خیال ہے کہ جو کچھ وہ پوجتے ہیں وہ دراصل ان کا اپنا ہی روح (ما فی الضمیر) ہوتا ہے۔ حقیقت میں وہ دروں بینی ہے۔ اقبال نے اسی موضوع کو کئی جگہاؤں پر باندھا ہے۔ اسرارِ خودی میں لکھتے ہیں:

ے سینۂِ شاعر تجلّی زار حسن　　　خیزد از سینائے او انوار حُسن

از نگاہش گردد خوب تر　　　فطرت از افسون او محبوب تر

ترجمہ: خوبصورتی شاعر کے سینے میں ظاہر ہوتی ہے　　　اس کے سینہ سے نور کی شعائیں نکلتی ہیں

اس کی نظروں سے خوب خوب تر ہو جاتا ہے　　　اس کے ذریعے سے فطرت اور زیادہ محبوب ہو جاتی ہے۔ (7)

"ایک گائے اور بکری" علامّہ کی بچوں کے لئے معروف نظم ہے یہ بھی قدیم انگریزی ادب سے اخذ شدہ ہے۔ اخلاقی سبق سے سوا اس کا ترنّم کانوں کو بھلا لگتا ہے۔ یہ قدرتی مناظر اور دیہی زندگی کی عمدہ عکاسی کرتی ہے۔ اگر انگریزی نظموں کے نمونے سامنے نہ ہوتے تو بچوں کے لیے اقبال جیسے سنجیدہ اور فلسفیانہ فکر کے حامل شاعر کے لیے اس طرح کی تخلیقات پیش کرنا شاید اتنا آسان نہ ہوتا۔

اقبال کے مردِ مومن اور ابلیس جیسے کرداروں کے بارے میں یہ قیاس کیا جاتا ہے کو نطشے کے سپر مین اور ملٹن کے شیطان سے متاثر ہو کر تراشے گئے۔ کئی ناقد اس رائے سے اختلاف بھی رکھتے ہیں۔ اکتسابی علم کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ کہیں سے کشید کیا جاتا ہے۔ ملٹن کی پیراڈائزلاسٹ ایک شاہکار آرٹ کا نمونہ ہے۔ اقبال یقیناً اتنی بڑی تخلیق سے صرف نظر نہیں کر سکتے تھے، ہاں اگر اول الذکر بائیبل سے اپنے فن کو ثروت مند کرتا ہے تو ثانی الذکر قرآن کو اپنا رہنما مانتے ہوئے اس کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے کلام کو وقیع کرتا ہے مگر یہ محض تفاق نہیں ہے کہ جنت، آدم، شیطان، زمین پر زیست کا آغاز، حق و باطل کی کشمکش جیسے موضوعات ملٹن اور اقبال کے ہاں مشترک ہوں۔ شکوہ، جوابِ شکوہ، ابلیس کی مجلس شوریٰ، فرشتے آدم کو جنت سے رخصت کرتے ہوئے وغیرہ میں Paradise Lost کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ ملٹن کے شیطان اور اقبال کے ابلیس میں تقابل ہو سکتا ہے اور یہ موازنہ بھی کہ اس مضمون کو ہر دو شاعروں میں سے کس نے بہتر انداز میں نظم کیا ہے۔

یہاں چند لائینیں پیراڈائزلاسٹ سے دی جاتی ہیں:

"A solemen council forthwith to be held,
At pandaemonium, the high capital
of Satan and his peers: thir summons call'd
From every band and squired Regiment
By place or choice the worthiest; they anon
With hundreds and with thousands trooping came"

اقبال نے ابلیس کی مجلس شوریٰ 1936ء میں تخلیق کی۔ ملٹن نے شیطان اور اس کے ساتھی یا ہم خیال (Peers) کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ علامّہ نے ابلیس کے مشیر کہا ہے۔ مغرب و مشرق کے دونوں شعراء استعماری قوتوں کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں۔ مجلس شوریٰ سے ایک بند ملاحظہ ہو:

ے
کون کر سکتا ہے اس کے آتشِ سوزاں کو سرد — جس کے ہنگاموں میں ہو ابلیس کا سوزِ دروں
جس کی شاخیں ہوں ہماری آبیاری سے بلند — کون کر سکتا ہے اس نخلِ کہن کو سرنگوں

(ارمغانِ حجاز)

مندرجہ بالا حوالوں کے علاوہ کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ اس سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ علامّہ اقبال بطور شاعر ایک غیر متعصب اور علم دوست انسان تھے۔ انہوں نے اپنے کلام کو فارسی زبان کے بعد سب سے زیادہ انگریزی سے مستفید کیا۔ یہ عظیم فنکاروں کی عظمت کا ثبوت ہے کہ وہ اپنے ماخذات کو اعلانیہ بیان کرتے ہیں اور اقبال نے بھی یہی کیا۔

حوالہ جات

1. سلیم احمد۔ اقبال ایک شاعر۔ قوسین لاہور۔ طبع دوم 1987، ص67
2. علامہ اقبال۔ کلیات اقبال (اردو)۔ علم و عرفان پبلشرز لاہور 2014، ص77
3. سلیم احمد۔ اقبال ایک شاعر۔ قوسین لاہور۔ طبع دوم 1987، ص68
4. سید نذیر نیازی۔ اقبال کے حضور۔ اقبال اکادمی لاہور۔ طبع دوم۔ 1981، ص67
5. Article by Bal A Khan 24/3, urdu.poetry.narkive.com
6. فقیر سید وحید الدین۔ روز گار فقیر۔ مکتبۂ تعمیر انسانیت لاہور۔ طبع دوم۔ 1963۔ ص166
7. فقیر سید وحید الدین۔ روز گار فقیر۔ مکتبۂ تعمیر انسانیت لاہور۔ طبع دوم۔ 1963۔ ص